

HOW TO WIN A COSMIC WAR  
CONFRONTING RADICAL RELIGION

by Reza Aslan

# کائناتی جنگ

کیسے جیتی جائے؟

رضا اصلان

ترجمہ: الطاف قریشی



مشعل

کائناتی جنگ کیسے جیتی جائے؟

# کائناتی جنگ کیسے جیتی جائے؟

رضا اصلان

ترجمہ: الطاف قریشی

مشعل بکس

آر-بی 5، سینٹ فلور، عوامی کمپلکس

عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور۔ 54600، پاکستان

کائناتی جنگ کیسے جیتی جائے؟

## کائناتی جنگ کیسے جیتی جائے؟

رضا اصلان  
ترجمہ: الطاف قریشی

کالی رائٹ اردو © 2013 مشعل بکس

کالی رائٹ © 2009 رضا اصلان

ناشر: مشعل بکس  
آر-بی-5، سینئر فور،  
عوامی کمپلکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن،  
لاہور-54600، پاکستان

فون فیکس: 042-35866859

Email: mashbks@brain.net.pk  
<http://www.mashalbooks.org>

پرنٹر: بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

قیمت: 400/- روپے

## فہرست

5	اپنادیسیہ ہم بمقابل وہ	حصہ اول
15	شناخت کا جغرافیہ	
16	غیر متصل شخصیت	باب اول
37	ارض موعود کا وعدہ	باب دوم
		حصہ دوم
63		جنگجو اللہ
64	تمہارے گھر کی خواہش میں میراضیار	باب سوم
83	معتقدین کی فوج	باب چہارم
109	زد دیک اور دور	باب پنجم
		حصہ سوم
135	جگ کا خاتمه، جیسا کہ ہم جانتے ہیں	
136	باب ششم	جزیشنا ای
171	باب ہفتہ	در میانی راستہ
188		اظہار تشكیر
189		حوالہ جات

MashaiBooks.org

## ابتدائیہ

میتاروں کے زمین بوس ہونے اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے غم کی شدت جب راکھ اور خاک کے ساتھ حرم ہی گئی تو ۱۱ ستمبر (۹/۱۱ ستمبر) کی دہشت گردی میں ملوث ایک ہائی جنکر کے سامان میں سے ایک انوکھی دستاویز دستیاب ہوئی جس میں دہشت گروں کو یہ خطرناک اور جان لیوا کام سرانجام دینے کیلئے حصی ہدایات کی تفصیل درج تھی۔ اس جان لیوا کام کیلئے میں نے قربانی کا لفظ استعمال کیا ہے اس لئے کہ یہ بے نام تحریر نہ بھی دستاویز جیسی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے ہائی جنکروں کے ذہنوں پر وہ سب سچے نقش تھا جو انہوں نے کرنا تھا اور ان کے لئے یہ کام جہاد سے کسی صورت کم نہ تھا۔ ”اپنی روحوں کو تمام ناپاک خیالوں سے پاک کرلو۔“ ہائی جنکروں کو کہا گیا تھا۔ ”اپنی روح کو مطیع کرلو، اسے قائل کرو اور سمجھاؤ۔ اسے مکمل طور پر بھول جاؤ جسے ”دنیا“ کہا جاتا ہے۔ ہوٹل سے نکلتے وقت دعا مانگو۔ نیکسی میں بیٹھتے وقت دعا مانگو۔ ہوائی اڈے میں داخل ہوتے وقت دعا مانگو۔ طیارے میں سوار ہونے لگو تو دعا مانگو۔ موت کے وقت دعا مانگو۔ قرآنی آیات کی تلاوت کے ساتھ اپنے جسموں کو پاک رکھو۔ آیتیں پڑھ کر اپنے سامان پر پھونکیں مارو۔ اپنے کپڑوں پر، اپنے پاسپورٹ پر پھونکیں مارو۔ اپنے چاقو تو کوایات کے ذریعے پاش کرو اور لقینی بناو کہ تمہارے چاقو کی دھار بہت تیز ہے۔ اپنی قربانی کو اذیت دہ مت بناو۔ یاد رکھو کہ وہ تم سے زیادہ مضبوط ہو سکتے ہیں لیکن ان کے تھیمار، ان کا حنفی نظام، ان کی میکنالوجی غرضیکہ کوئی بھی شتمیں تمہارے کام سے روک نہیں سکتی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ کتنے ہی چھوٹے چھوٹے گروہوں نے اللہ کی مرضی سے بڑے بڑے گروہوں کو نکالتے سے دوچار کیا؟“

”یاد رکھو کہ یہ جنگ اللہ کے لئے ہے۔ دشمن، شیطان کے ساتھی ہیں، ابلیس کے بھائی

ہیں، ان سے مت ڈرو۔ اس لئے کہ اللہ کو مانے والے صرف اللہ سے ڈرتے ہیں۔

”اور جب وہ وقت آن پنجھ تو اللہ کی خاطر موت کو گلے لگا لو، موت کو خوش آمدید کہو۔ اپنی آخری سانسوں کے وقت بھی اللہ کو یاد کرو۔ تمہارے آخری لفظ یہ ہونے چاہئیں ”کوئی اللہ نہیں سوائے اللہ کے۔“

ان حتمی ہدایات میں بے ڈھنگا پرن سمجھی لیکن اس میں ایک اٹل چمچ موجود ہے۔ جن ہائی جنکروں نے ستمبر کی اس صبح کو تین ہزار افراد کو قتل کیا، وہ اپنے تین ایک مذہبی فریضہ ادا کر رہے تھے۔ وہ اپنے مقتولین کو اس طرح پچھاڑاتے رہے جیسے قربانی کے جانوروں کو مندrix خانوں میں پچھاڑا جاتا ہے۔ انہوں نے اس واقعہ کو اللہ کیلئے جنگ کہتے ہوئے رضاۓ الہی سے تعیر کیا۔ انہوں نے ہر لمحے میں، اپنی نیزد سے بیدار ہونے کے لمحے سے لے کر اپنی یا اپنے مقتولین کی موت تک اپنی معصومیت اور پارسائی کو برقرار رکھا۔ ان کا عقیدہ ان کی قوت تھا۔

ا) ستمبر کے واقعات نے جدید دنیا میں نہ صرف مذہب اور تشدد پر بحث مباحثہ کو جنم دیا بلکہ اس بحث کو ناگزیر بنا دیا۔ مذہب کے نام پر ہونے والے تشدد کے اقدامات کی وجہ سے مذہب پر بہتان تراشی کرنا آسان ہے لیکن اس سے بھی آسان کام ایسے واقعات کو مذہبی صحیفوں کے ساتھ جوڑتا ہے۔ لیکن ایک بات ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ کوئی بھی مذہب باطنی طور پر نہ تو تشدد ہوتا ہے اور نہ ہی پر امن۔ یہ تو لوگ ہوتے ہیں جو تشدد ہوتے ہیں یا پھر پر امن۔

باوجود یہ کہ یوگ مسلمان تھے لیکن ان کا بھی انک جرم اور پیش کی گئی حقیقت کی نظر نہیں کرتا۔ ہو سکتا ہے کہ اسلام نہ تو امن کا مذہب ہو اور نہ ہی جنگ کا۔ تاہم یہ دوسرے مذاہب کی طرح ایک مذہب ہی تو ہے جو رحم دلی اور بے رحمی یا گلاڑ کو تحریک دیتا ہے۔ یہ لوگ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور اپنے آپ کو یقین دلارہے تھے کہ جنہیں وہ قربان کر رہے تھے وہ مخصوص نہیں تھے بلکہ شیطان کے ساتھی تھے، ابلیس کے بھائی تھے۔ بہر حال جو کچھ بھی داؤ پر لگا ہو، اس گھناؤ نے اور کمرہ عمل کے پیچھے کوئی بھی سیاسی یا سماجی محکمات ہوں، اس حقیقت سے انکار نہیں کہ ان انسیں آدمیوں کو یقین تھا کہ وہ اس طرح اللہ کی رضا حاصل کر رہے ہیں۔ وہ مابعد الطیعتی الجھاد کا شکار تھے۔ وہ فوجوں یا قوموں کے درمیان تنازعات کا شکار نہیں تھے بلکہ وہ اسے روشنی کے فرشتوں اور اندر ہیروں کے خداوں کے درمیان جنگ سمجھتے تھے۔ وہ ایک کائناتی جنگ لڑ رہے تھے، امریکی

اپنے پریزم کے خلاف نہیں بلکہ برائی کی اذلی قوتوں کے خلاف۔

یہ کائناتی جنگ ایک مذہبی جنگ ہے۔ یہ ایک ایسا تنازع ہے، عقیدے کی رو سے جس میں اللہ برادرست ایک فریق ہے وہ جنگ کے ایک فریق کے ساتھ ہے۔ غیر متماثل مذہبی جنگ دو متحارب مذہبی گروہوں کے درمیان لڑی جاتی ہے۔ کائناتی جنگ اس رسمی نامک کی طرح ہوتی ہے جس میں شریک لوگ جنگ تو زمین پر لڑتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ ہوتا ہے کہ یہ جنگ آسمانوں پر لڑی جا رہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس دنیا میں یہ حقیقی سطح پر جسمانی یا مادی جنگ ہوتی ہے جبکہ مادی اور ایسٹ سطح پر یہ اخلاقی تصادم ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تصادم حقیقی ہوا اور اس میں ہتھیار استعمال ہو رہے ہوں لیکن تصور یہی کیا جاتا ہے کہ یہ جنگ روحانی سطح پر لڑی جا رہی ہے اس لئے کہم انسان تو محض اللہ کے تحریر کردہ مقدس سکرپٹ کے ادراکار ہیں۔

کائناتی جنگ لوگوں کو اللہ کے سپاہیوں میں تبدیل کر دیتی ہے جنہیں درحقیقت سقاک، ظالم اور بھگ قرار دیا جانا چاہیے۔ ایسی جنگ میں وہ لوگ قربانیاں دینے والے مان لئے جاتے ہیں جو بلاک ہو جاتے ہیں اور بتاہی و بر بادی کے ان اقدامات کو واجب اور صحیح گردانا جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ اقدامات اخلاقیات کے انسانی تصورات کے پابند نہیں ہوتے۔ کیا ایسے کائناتی جنگجوؤں کا اخلاقیات سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے جو اللہ کے ہاتھوں میں کٹھ پتیاں ہوں؟

کائناتی جنگ چالاکی، عیاری یا حکمت عملی سے نہیں بلکہ عقیدے کی طاقت سے جیتی جاتی ہے۔ کائناتی جنگ جو جنگی مہارت مثلاً اسلامی کی قوت یا لڑنے والوں کی تعداد جیسے معاملات کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے۔ ان کے لئے اس اتنا ہی سمجھنا کافی ہے کہ اللہ کے غضب کی بھرپور قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہونے کیلئے اپنے رادے کو اللہ کی منشاء کے تالیع کر لیا جائے۔ وہ بھی اس یقین کے ساتھ کہ انجام انسانوں کے ہاتھوں میں نہیں ہوتا۔

کائناتی جنگ دنیا کو سیاہ اور سفید، اچھائی اور بدآئی، ہمارے اور ان کے درمیان تقسیم کر دیتی ہے۔ ایسی جنگ میں کوئی درمیانی راستہ نہیں ہوتا۔ ہر ایک کو ایک راستہ منتخب کرنا ہوتا ہے۔ سپاہی اور شہری، جنگجو اور جنگ سے دور رہنے والا، جارح اور تماشائی۔ تمام روایتی تقسیم، حصے بخے جو حقیقی جنگ میں نشاندہی کرنے والوں کا کردار ادا کرتے ہیں، ان کائناتی جنگوں میں ٹوٹ پھوٹ اور انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سیدھی سی بات تو یہ ہے کہ اگر تم ”ہم“ نہیں ہو تو پھر تم ”وہ“ ہو۔ اگر

تم ”وہ“ ہوتا پھر تم دشمن ہوا و تمہیں بتاہ ہو جانا چاہیے۔

ایسی غیر مصالحانہ تقسیم دشمن کو نہ صرف غیر انسان بنا دیتی ہے بلکہ دشمن کو راہکھس بنا دیتی ہے، یوں یہ جنگ متقارب قوموں یا ان کے فوجیوں، ان کے شہریوں کے خلاف نہیں بلکہ شیطان اور اس کے چیلوں کے خلاف لڑی جاتی ہے۔ اگر ہم اچھائی کی طرف ہیں تو وہ بدی کی طرف سمجھے جائیں گے۔ اسی طرح کائناتی جنگ کا بنیادی مقصد زمینی طاقت کو شکست دینا نہیں بلکہ بدی کو ختم کرنا ہے۔ ایسی کائناتی جنگ ہمیشہ جاری رہتی ہے، اس کا خاتمہ کبھی نہیں ہوتا اور آخر کار یہ ایک نہ ختم ہونے والے تصادم کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر کائناتی جنگ نہ جلتی جانے والی ہے تو پھر یہ ہاری جانے والی بھی نہیں ہے۔ کائناتی جنگیں زمین یا سیاست کی خاطر نہیں لڑی جاتیں بلکہ شاخت کے لئے لڑی جاتی ہیں۔ مہم اور غیر واضح دنیا میں اپنی شاخت داؤ پر لگی ہوتی ہے۔ ایسی جنگ میں ہارنے کا مطلب عقیدے کا خاتمہ ہوتا ہے اور اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کائناتی جنگ میں مصالحت کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اس میں نہ تو مذاکرات ہوتے ہیں، نہ تصفیہ ہوتا ہے اور نہ ہی تھیارڈ اے جاتے ہیں۔

جن لوگوں نے ۲۰۰۴ء کو ریاستہائے متحده پر حملہ کیا، وہ ایک کائناتی جنگ لڑ رہے تھے، اس غیر اخلاقی اور غیر اسلامی عمل کی ادائیگی میں اگر وہ کسی تذبذب کا شکار تھے تو انہیں ان کے یقین کامل نے اس تذبذب سے نکال دیا کہ وہ خود یہ جنگ لڑ رہے تھے بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ خود ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ یہ وہ لوگ نہیں تھے جو یہ سمجھتے ہوں کہ وہ کسی ایسی قابض قوت کے خلاف لڑ رہے تھے جس نے انہیں بے روزگار کر کے مایوس و نامید کر دیا ہو۔ نہ ہی یہ وہ لوگ تھے جن سے سب کچھ چھین لیا گیا ہو، یا جنہیں دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا یا وہ غربت کا شکار ہوں۔ انہوں نے کسی خاص مقصد کے حصول یا کسی خاص غلطی کی درستگی کیلئے ریاستہائے متحده پر حملہ نہیں کیا تھا بلکہ مذہبی مفکر بردار نکولون کے مطابق، اس کا مقدمہ یہ بتانا، یہ واضح کرنا تھا کہ ان کے ساتھ ایک ایسی طاقت ہے جو ان کے دشمنوں سے کہیں زیادہ بڑی اور مختلف نوعیت کی ہے۔

”اللہ کی مرضی سے کتنے ہی چھوٹے گروہوں نے اپنے سے بڑے گروہوں کو شکست سے دوچار کیا ہے۔“

درحقیقت انتہر کے حملوں کے ذمہ داروں نے رہاستہائے متحدا اور مغربی دنیا کے خلاف

اپنی شکایتوں اور تکلیفوں پر سے پردا اٹھایا ہے۔ فلسطینیوں کے مصائب، عرب دنیا کے آمرول کیلئے امریکی حمایت، مسلمان دنیا میں غیر ملکی فوجوں کی موجودگی کے خلاف عمل خاہر کیا ہے۔ یہ شکایتیں جائز ہوں گی لیکن جہادیوں کیلئے یہ حقیقی کی وجہے علامتی ہیں۔ پالیسیوں کو ٹھیک کرنا یا مسائل کو حل کرنا ان کے نزدیک اتنا اہم نہیں بلکہ ان کے لئے بہم صورات کے لئے کیجا ہو کر لڑنا زیادہ اہمیت کا حال ہے۔ ہائی ججکوں نے کسی بھی لمحے یہ نہیں سمجھا تھا کہ ورلڈ ریڈ سنٹر اور پہنچا گون پر حملہ کرنے سے فلسطین میں امن قائم ہو جائے گا یا مشرق وسطیٰ سے امریکی فوجیں نکال لی جائیں گی۔ حقیقت میں تو وہ چانتے تھے کہ ان کے عمل سے علاقے میں مزید امریکی فوجیں آئیں گی۔

سبھنخے کی بات یہ ہے کہ کائناتی جنگ لڑنے والے ایک تصوراتی جنگ لڑ رہے ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ جو جنگ لڑ رہے ہیں وہ حقیقی معنوں میں نہ تو جنتی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس کی کامیابی کا کوئی بیانہ مقرر کیا جا سکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے سامنے کوئی مقصد نہیں ہے۔ اس کے برعکس ان کا مقصد عالمی تبدیلی سے کم نہیں لیکن اس قسم کی تبدیلی کیا شکل اختیار کرے گی، نئے نظام کی قیادت کون کرے گا اور وہ نیا نظام آخر کار کیا ہو گا؟ ایسے سوالات ہیں جن کے جوابات اس وقت تک ممکن نہیں جب تک یہ دنیا اس بہاؤ کی مکمل لپیٹ میں نہ آ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ کسی بھی قسم کی کامیابی حاصل کرنے کے بارے میں بات کم ہی کرتے ہیں خصوصاً سماجی یا سیاسی ایجنسی کے حوالے سے وہ بات ہی نہیں کرتے۔ القاعدہ جیسے انہا پسند گروہوں کی طرف سے دنیا پر سلطنت قائم کرنے کے شور و غوغما کے باوجود یہ گروہ خود ایسے دعوے کم ہی کرتے سنائی دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر بن لادن کی تمام تحریریں، تقریریں اور دعوے اٹھا کر دیکھ لیں، متبادل سماجی پروگرام کا ان میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ القاعدہ کے آئین کو دیکھ لیں، اس میں ان کے اپنے بہم وعدوں کو پورا کرنے کیلئے کوئی تجویز، پالیسی یا منصوبہ موجود نہیں اور نہ ہی اس میں چیز کو راجح کرنے اور بدی سے جان چھڑانے کیلئے کوئی تجویز آپ کو ملے گی۔ القاعدہ جیسی تنظیم کے ساتھ تو صرف ایک بات جڑی ہوئی ہے کہ اس کے ارکان صرف شہادت کی عظمت کے جذبات سے سرشار ہیں۔ یہ اس حقیقت کی نشاندہ ہی ہے کہ اس کے مقاصد چاہے وہ کتنے ہی غیر منسلک اور غیر واضح کیوں نہ ہوں، اس دنیا میں ان کا حصول ناممکن ہے۔ القاعدہ اچھی طرح جانتی ہے کہ نہ تو وہ تمام سرحدوں کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور نہ ہی وہ پوری دنیا میں خلافت قائم کرنے کے قابل ہے۔ وہ تو

عرب ممالک اور مسلم دنیا پر قبضہ نہیں کر سکتی۔ ریاستہائے متحده امریکہ کو تھکست دینا تو دور کی بات، اس علاقے سے امریکی اثر و نفوذ بھی ختم نہیں کر سکتی۔ اس کو یہ امید نہیں کہ وہ اسرائیل کو نقشے سے منا سکتی ہے۔

اپنی دیوالی گئی کے باوجود انہوں نے اسی قسم کی اوٹ پلائگ خواہشیں ہمارے عوام کے ذہنوں میں ڈال دی ہیں جبکہ حقیقت میں القاعدہ کے دہشت پسندوں میں اتنی لمبیت نہیں کہ وہ اپنی دہشت سے خوفزدہ کر سکیں۔ اس قسم کی دہشت گردی کے عمل کو پیشکش سائنس کے ماہر جون موئیل (John Mueller) نے سیاسی، عسکری، اقتصادی، میڈیا اور مہمی مفادات کی صنعت کا نام دیا ہے اور اس کا مقصد امریکیوں کو باور کرنا ہے کہ دہشت گرد کسی بھی جگہ، کسی بھی وقت اور کسی بھی قسم کے اسلحے سے حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ امریکہ کی ہوم لینڈ سیکورٹی میں فیسوں میں بھی یہی کہا گیا ہے۔

ایک لمحے کے لئے اس امکان کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ کوئی شخص دہشت گردی کی بجائے آسانی بھی گرنے سے بلاک ہو سکتا ہے، یہ دیکھیں کہ اس قسم کے بعد اعلانات سے کیا مٹکش ف ہوتا ہے؟ اور یہ کہ قوت کو خیالی شکل دینے سے دہشت گردی کس قدر موثر ہو سکتی ہے۔ تاہم یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ دہشت گروں کے مقاصد چاہے کتنے ہی مہل اور بے معنی کیوں نہ ہوں، ان کا حصول کتنا ہی ناممکن کیوں نہ ہو، اس کائناتی جنگ کا مقصد اور اس کی قوت موجود ہے۔ یہ ناممکن قوت کی امید دیتی ہے۔ تمام کائناتی جنگجوؤں کے لئے لازمی ہے کہ وہ اس کو فراموش کر دیں جسے دنیا کہا جاتا ہے اور بعد ازاں موت دنیا کوڑہ ہن میں رکھیں۔

۱۱ ستمبر کے واقعہ کے ذمہ داروں کی واحد خواہش بن لادن کے لفظوں میں یہ تھی کہ عیسایوں کی شروع کی ہوئی صلیبی جنگ کے مقابلے میں مسلمان یکجا ہو جائیں اور ہر قیمت پر اپنے اتحاد کو برقرار رکھیں۔ اپنی کائناتی جنگ کو جاری رکھیں۔ اس لئے کہ اپنی شناخت کو برقرار رکھنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ سماجیاتی علوم کے ماہر مارک جوئر جن سمیر (Mark Juergensmeyer) کی حالت میں رہنے کا مطلب ایسی دنیا میں رہنا ہے جس میں افراد جانتے ہیں کہ وہ کون ہیں۔ انہوں نے تکالیف کیوں اٹھائیں اور کون کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوئے اور ثابت قدم رہنے کیلئے انہوں نے کیا قیمت ادا کی ہے؟۔

ا) ستمبر کے حملے کو اعلان جنگ کہا گیا ہے۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ایسی جنگ میں شریک ہوئے جو پہلے سے جاری تھی۔ ایک کائناتی جنگ جو مذہبی حوالے سے نیکی اور بدی کے درمیان ازل سے جاری ہے۔ یا ایسی دعوت مبارزت تھی جسے خود امریکہ کے اپنے کائناتی جنگجو تسلیم کر رہے تھے۔

ایک مجنونانہ نظریہ ”نازی ازم“ کے خلاف ہونے والی عالمی جنگ اور پھر ایک اور ایسے ہی نظریہ ”شالن ازم“ کے خلاف لڑی جائیوالی سرد جنگ کے آغاز سے ذرا سپلے ایک ہوفر نے لکھا تھا کہ ”معمول کے حالات میں جمہوری قوم، آزاد افراد پر مشتمل ایک آئینی اور قانونی ادارے کی حیثیت رکھتی ہے اور جب اس کے وجود کو خطرہ درپیش ہوتا ہے تو اسے اپنے لوگوں کو مدد کرنا اور ان میں انہائی جذبہ قربانی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ جمہوری قوم کو اپنے آپ کو بالکل جنگجو چرچ یا ایک انقلابی جماعت کی شکل میں ڈھالنا ہوتا ہے۔“

ولٹئے ریڈ سینٹر اور پیٹا گون پر حملوں کے لمحوں بعد امریکہ میں بھی اسی قسم کی تبدیلی کا آغاز ہو گیا تھا۔ یہ معمول کا زمانہ نہیں تھا۔ لوگوں میں مقبول عیسائی وزیریم لہائے نے، جو سلسہ وار ”لیفٹ بی ہائنسڈ“ کے مصنف ہیں اور جن کا اثر و سوخ راخن العقیدہ عیسائیوں پر بہت زیادہ ہے، لاکھوں امریکیوں کو یہ یقین دلا کر تحریر کیا کہ گیارہ ستمبر زندگی کے اختتام کا نکتہ آغاز ہے۔ یہ کوئی معمول کی جنگ نہیں۔ ایک قوم کے طور پر ہماری شناخت خطرے میں ہے۔ دنیا دو دھڑوں میں بٹ پکی ہے۔ اچھے لوگ ایک طرف اور بے لوگ دوسری طرف اور فتح تھی ممکن ہو گی جب ”بقول جارج ڈبلیو بش، ہم“ بدی کی اس دنیا“ سے نجات حاصل کر لیں گے۔

یہ کوئی روایتی دشمن نہیں ہے۔ جارج میکین نے اعلان کیا تھا کہ ”یہ ماورائے اور اک بدی ہے جس کا مقصد ہر اس چیز کو تباہ و بر باد کرنا ہے جس کی ہم حمایت کرتے ہیں اور جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ یہ دشمن ہیں جیسا کہ میں بتایا گیا ہے، جو ہماری سوچ کے بالکل الٹ سوچتے ہیں۔“ ”سابق نائب وزیر دفاع لیفٹیننٹ جنل لمیم جی بونکن جن پر بن لادن کا شکار کرنے کا لازم ہے، نے زیادہ وضاحت کے ساتھ کہا کہ ”ہمارا دشمن روحانی دشمن ہے اس لئے کہ ہم ایمان والی قوم ہیں“۔ اور یگون میں ایک مذہبی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”اس کا نام شیطان ہے۔ شیطان ہمیں قوم اور عیسائی فوج کی حیثیت سے تباہ کرنا چاہتا ہے۔“

”وہ ہمارے خلاف ہیں۔ یہ ایک مابعد الطبیعتی تصادم ہے۔ اخلاقی تحفظات کو بالائے طاق رکھنا ضروری ہے۔ وہمن نہ تو کوئی فوج ہے اور نہ ہی کوئی ریاست بلکہ یہ بذات خود بدی ہے۔ یہ جنگ تہذیب کی جنگ ہے۔ ہماری شناخت داؤ پر لگی ہے۔ ہم مذاکرات نہیں کر سکتے۔ ہم ہتھیار نہیں ڈال سکتے۔ ہم ہماری نہیں مان سکتے۔ مذہبی بلاغت اختیار کر کے اور القاعدہ جیسے گروہوں کے کائناتی نقطہ نظر کی روشنی میں ہم جیت نہیں سکتے۔ ہمیں تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ دہشت گرد تنظیم جو شیطانی طاقت ہیں، انسانی تہذیب کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ کوئی ایسی عالمی مجرمانہ سازش ہے جسے انصاف کے کٹھرے میں کھڑا کرنا چاہیے۔ مخفصر یہ کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کو کائناتی جنگ کے طور پر لینا چاہیے۔ نہ صرف یہ کہ ہم ان انتہا پسند مسلم جنگجوؤں کے ہاتھوں میں کھلیے ہیں بلکہ ہم نے مذہبی جنگ کے نئے اور ہولناک دور کو پہنچنے دیا ہے۔“

اللہ کی موت کے بارے میں پیش گوئیوں کے باوجود حق تو یہ ہے کہ صد یوں پہلے کی نسبت اس وقت مذہب زیادہ مضبوط اور عالمی طاقت کے طور پر موجود ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز پر دنیا کی آدھی آبادی اپنے آپ کو کیتھوںک، پوٹشن، مسلمان یا ہندو کے طور پر شناخت کرتی تھی، سو سالہ سماجی ترقی، فنی و حرفی ایجادات اور سائنسی ترقی و برتری کے باوجود مختلف مذاہب پر یقین رکھنے والوں کی یہ تعداد تقریباً دو تہائی تسلیک پہنچ چکی ہے۔ جبکہ دنیا بھر میں خود ساختہ دہریوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے (ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اللہ پر ایمان تو رکھتے ہیں لیکن خود کو کسی خاص مذہبی روایت سے ملک نہیں رکھتے) ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو کسی خاص چرچ یا مذہبی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ بنیاد پرستوں کی تعداد، بے تعصباً اور اعتدال پسند لوگوں کی تعداد سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے۔

مذہبی شخص کی اس ترکیب کی وضاحت کیسے کی جائے؟ اسکا ایک سبب تو وہ سیکولر قوم پرستی کی ناکامی ہو سکتی ہے، جو انسیویں اور بیسویں صدی کا نظریاتی اصول میں الائقی اہم اور خوشحالی کو فروع دیتا رہا ہے۔ اگرچہ یہ ایک تاریخی تجھ ہے کہ ناقابل بیان جرمائی کا ذمہ دار مذہب ہی رہا ہے۔ لیکن یہ بھی سچائی ہے کہ گذشتہ ایک صدی کے دوران سیکولر نظریات مثال کے طور پر فاشزم ”نازی ازم“، ”ماوازم“، ”ستان ازم“، ”سوشلزم“ یہاں تک کہ ڈارونزم کے نام پر بھی بہیانہ جیوانی تشدید کو فروع ملا۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں سیکولر ازم کے فروع کی بنیاد اگر مذہب پر ختم ہونے والے

عقیدے پر ہے تو پھر ممکن ہے کہ سیکولر ازم پر بڑھتی ہوئی بداعتمادی کی وجہ نہیں تھی خص کا فروغ ہو۔ تاہم بات صرف اتنی ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ عالمگیریت (گوبنلائزیشن) نے لوگوں کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنی شناخت کے حوالے سے بنیادی سورج میں تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ دنیا بھر میں سیکولر نیشنلزم نے نسلی، قبائلی اور اس سے بھی بڑھ کر نہیں بینیاد پر نیشنلزم کی نئی شکلوں کو راہ دی ہے۔ تیزی کے ساتھ ایک ہوتی ہوئی دنیا میں جہاں قومی ریاستیں آہستہ آہستہ معلوم ہوتی جا رہی ہیں، مذہب کو محض ان عقیدوں اور رسومات کے طور پر نہیں دیکھا جا سکتا جو کوئی شخص اپنے طور پر اپناتا ہے۔ بلکہ وہ ایک شناخت بن چکا ہے۔ اس سے انکار ممکن نہیں کہ دنیا کے بہت سے حصوں میں مذہب تیزی کے ساتھ ایک اعلیٰ ترین شناخت بتا چلا جا رہا ہے جو نسل، ثقافت اور قومیت پر حادی ہو چکا ہے۔

ایسی دنیا میں، جہاں مذہب اور سیاست کے معانی ایک سے ہوتے جا رہے ہیں، یہ دلیل دی جاسکتی ہے کہ نہیں بخشی یا نکالیف کسی بھی صورت میں سیاسی رخصوں یا تلفیقوں سے کم نہیں اور نہ ہی نہیں تشدد پسندی سیاسی تشدد پسندی سے زیادہ عقلی یا معمول ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کائناتی جنگیں بعض اوقات سیاسی جنگیں بھی ہو سکتی ہیں۔ ایسی صورت میں پر جنگیں نہ صرف اگلی دنیا کی ضامن ہو سکتی ہیں بلکہ اس موجودہ دنیا کی کاپیلٹ کی ضمانت دے سکتی ہیں۔ صرف اس حکم نامے کے مطابق سیاسی جنگیں ختم ہو سکتی ہیں، سیاسی مشکلات کا ازالہ ہو سکتا ہے اس لئے کہ کائناتی جنگیں ابدی جنگیں ہوتی ہیں جن میں ہار جیت نہیں ہوتی۔

عالمگیریت کے تیزی کے ساتھ بڑھتے ہوئے رہا جاں اور سیکولرنیشنلزم کے مستقل تنزل کے اس سفر کے ہوتے ہوئے انقلابی اور بنیاد پرست قویں یہودی، عیسائی اور مسلم روایات میں داخل ہو چکی ہیں، جن کا صحیح طور پر مقابلہ کرنے کیلئے ہمیں ان لوگوں کے نہیں عقائد میں موجود تضادات کو ختم کرنا ہو گا۔ ہمیں اپنے رہنماؤں اور اپنے دشمنوں کو نہیں یہ تضادات کو ہوادینے والی تقریروں سے باز رکھنا ہو گا۔ ہمیں اپنی توجہ اس مسئلے پر مرکوز کرنا ہو گی جس کی وجہ سے یہ تضادات پیدا ہوتے ہیں اور ان زمینی مسائل کے بارے میں بات کرنا ہو گی جو کائناتی جنگ کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہائی جیکروں کی ناراضگیاں اور رخصیاں عالمتی ہوں اور جو لاکھوں مسلمانوں کی رخصیں ہوں۔ ایسا تو نہیں کہ یہ ناراضگیاں بلا سبب ہوں۔ ان کے پیچھے کچھ اسباب تو ہوں گے جن کا دور

کرننا ضروری ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ فلسطین اسرائیلی قابضین کے ظلم و تشدد کا شکار ہیں۔ عرب دنیا کے آمر امریکی پالیسیوں کے علمبردار بننے ہوئے ہیں۔ مسلم دنیا کے پاس یہ سمجھنے کی وجہ موجود ہے کہ مغرب کی طرف سے ہونے والی صلیبی جنگ ان پر منڈلا رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان شکایات کے ازالے سے کائناتی جنگ بوجا چاہے وہ مسلم ہوں، یہودی یا عیسائی، مطمئن نہ ہو سکیں۔ تاہم اس طریقے سے ان کی کائناتی جنگ کو زمین پر واپس لایا جاسکتا ہے جہاں ان کا سد باب ثبت طور پر کیا جاسکتا ہے۔ آخری بات یہ کہ کائناتی جنگ جیتنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اس جنگ سے دور رہا جائے اور حمازہ آرائی سے اجتناب کیا جائے۔